Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
Vol 5 Issue 3 (January-March 2024)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

The Dynamics of Inequality and Insecurity within Family Systems: Exploring the Ramifications of Illicit Inheritance Distribution

خاندانی نظام میں عدم مساوات اور عدم تحفظ کے رویے، وراثت کی غیر شرعی تقسیم اور اس کے اثرات

Professor (R) Dr. Muhammad Idrees Lodhi
Former Chairman of the Department of Islamic Studies and Former Director Sirat Chair Bahauddin Zakariya University Multan, idreeslodhi46@gmail.com

Dr. Mohammad Ashraf
TGT, FG Girls Degree College Quetta Cantt,
ashrafbzu@gmail.com

Abstract

This study investigates the detrimental effects of inequality within the Muslim family system using a research-oriented approach. The family, a cornerstone of human society, provides the framework upon which societal structures are built. Inequity and injustice within familial dynamics can breed feelings of resentment, insecurity, and tragically, may even lead to incidents such as suicides. Conversely, a commitment to justice and equality nurtures an environment of mutual protection and love among family members. The unequal distribution of inheritance within a family can incite feelings of animosity and hostility. Drawing upon primary sources of Islamic Sharia, the Islamic family system is depicted as advocating for a just and balanced approach. Conversely, unjust inheritance distribution perpetuates a cycle of

CC BY

injustice and oppression within the familial framework. This unfair norm destabilizes familial cohesion and weakens its foundational pillars. Islam underscores the importance of justice and equality within the familial structure, as expounded upon in this article. The discussion culminates in a summary of key points and offers recommendations for fostering a more equitable and harmonious family environment.

Keywords: Inequality, Insecurity, Family Systems, Inheritance

تمہید

زیرِ نظر مضمون میں خاندانی نظام میں عدم مساوات کی بنا پر جنم لینے والے عدم تحفظ کے رویے خصوصاً وراثت کی غیر شرعی تقسیم اور خاندانی نظام پر اس کے اثرات کا جائزہ بیان کیا گیا ہے۔ نسلِ انسانی کی تشکیل و تعمیر اور فروغ وارتقا کے لیے خاندان جیسا بنیادی ادارہ قدرتِ الٰہی کے عظیم ترین منصوبۂ تخلیق کی اساس ہے، خاندان کے اولین دو فریق ۔۔زوجین۔۔ اور پھر ان زوجین سے پروان چڑھنے والی وہ نسلِ انسانی ہے جو قدیم روایت واقدار کی امین اور جدید روایات کی معمار ہے۔ لیکن اس پورے نظام میں اگر انصاف اور تحفظ نہ ہو تو افرادِ خاندان میں بغاوت، نفرت، جرائم، خودکشی، نفسیاتی امراض، ذہنی خلفشار اور دماغی تناؤ جیسے منفی عوامل جنم لیتے ہیں۔ اور خاندانی نظام میں مساوات اور منصفانہ اقدار افرادِ خانہ کی ذہنی، اخلاقی نشوونما، انسان سازی، تعلیمی ترقی، معاشی تحفظ، سماجی وقار اور خاندانی استحکام کو جنم دیتی ہیں۔ اس ضمن میں خاندان کے باہمی مالی حقوق کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ خصوصاً تقسیمِ وراثت کے عمل میں اگر انصاف اور احسان جیسی اعلیٰ اقدار کو نظر انداز کیا جائے تو خاندان کی شکست وریخت، بے توقیری، تشتت وانتشار جیسے سانحات رونما ہوتے ہیں۔ اسلامی عائلی نظام نے ان تمام مثبت و تعمیری اقدار کے تحفظ اور اہمیت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس طرح عائلی نظام سمیت جملہ شعبہ ہائے حیات میں اسلامی فکر کی تازگی ہر زمانے میں برقرار رہی ہے۔ جنسی اعتبار سے اسلام میں افرادِ خانہ کے اندر عدم مساوات کا نہ کوئی تصور ہے، نہ جواز، نہ گنجائش، بلکہ مقاصدِ شریعہ کی روشنی میں حفاظتِ ایمان، حفظِ ناموس، جان، مال، عقل وشعور کی حفاظت جیسی اعلیٰ منازل کا حصول خاندانی استحکام سے ہی ممکن ہے۔ اس کے برعکس خاندانی نظام میں منفی طرز ہائے عمل کی بنا پر بنیادی انسانی حقوق اور مقاصدِ شریعہ دونوں کا حصول و تکمیل ناممکن ہے۔

خاندان کی تشکیل وارتقا میں شریعتِ اسلامیہ نے جو اسرار و حِکَم، آداب ولحاظ، قانونی واخلاقی اقدار، کتاب وسنت کی صورت میں انسانیت کو عطا کی ہیں، آج کے ڈیجیٹلائزیشن کے دور میں یہ پاکیزہ، پر حکمت ہدایات انسانیت کی بقا اور زمین کی آبادکاری، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تخلیق کے فروغ کے لیے ناگزیر ہیں۔ ایک طرف مغربی تہذیب میں خاندان کی شکست وریخت اور اس کے بنیادی تصورات کو کمزور ہی نہیں، بلکہ ختم کیا جاچکا ہے، دوسری طرف یہ غالب تہذیب اسلامی نظام حیات کی

اولین بنیاد—خاندان—کو اپنے ہی طریقے اور طرزِ حیات پر چلانے کے لیے اپنی صلاحیتیں اور وسائل صَرف کر رہی ہے۔ چنانچہ عصرِ حاضر میں مسلم خاندان کے گرد جو غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی تہذیبی اقدار اپنا حصار قائم کر چکی ہیں، ان کے قبیح اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے جہاں مسلم مفکرین اور ماہرین کو از سر نو اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس حوالے سے مستقل لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے، وہاں چند بنیادی اقدار کے تحفظ، فروغ، ارتقا، حوصلہ افزائی کو اولین نصب العین کی حیثیت حاصل ہے۔

عدم مساوات کا خاتمہ:

کائنات کی تخلیق اللہ رب العزت نے عدل کی بنیاد پر فرمائی ہے۔ مسلم نظام خاندان میں زوجین اور دیگر افرادِ خانہ کے مابین عدل کے ساتھ مساوات کا قیام بھی ضروری ہے۔ خاص طور پر اولاد کی پیدائش پر لڑکی، لڑکے کی ولادت کے متعلق جاہلی تصورات کو ختم ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ عدم مساوات کا رویہ لڑکی، لڑکے کی پیدائش پر ہی شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی کہ الٹرا ساؤنڈ اور دوسری طبی مشینری کی مدد سے استقرارِ حمل کے دوران جیسے ہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں آنے والا بچہ صنف نازک سے تعلق رکھتا ہے تو زچہ کی جان اور اپنا ایمان خطرے میں ڈالنے کے باوجود اسقاطِ حمل جیسے مکروہ فعل کا ارتکاب کیا جاتا ہے جو ہر اعتبار سے قتلِ ناحق سے کم جرم نہیں ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ چیزیں وضع حمل کے بعد اور آج کے جدید دور میں استقرارِ حمل کے دوران ہی ایسے غیر انسانی، غیر شرعی، غیر عقلی اقدام اٹھانے میں کوئی باک نہیں محسوس ہوتا۔ شریعتِ اسلامیہ اس ضمن میں ہماری پوری رہنمائی کرتی ہے۔ سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾﴾ ([1])

”اور جب ان میں سے کسی ایک کو لڑکی کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔ اس خوشخبری کی وجہ سے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اسے ذلت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھے یا زندہ در گور کر دے۔ خبر دار وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ﴾ ([2])

”اور اپنے بچوں کو تنگدستی کی وجہ سے جان سے نہ مارو۔ تمہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی ہم ہی رزق دیں گے۔“

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾ ([3])

”اور اپنے بچوں کو محتاجی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ یقیناً انہیں ہم ہی رزق دیں گے اور تمہیں بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ یقیناً انہیں مار دینا بہت بڑا گناہ ہے۔“

OPEN ACCESS
CC BY

زمانہ قدیم کی طرح آج بھی مذہبی، معاشی اور خاندانی قوت میں اضافے کی بنا پر بچیوں کا قتل معمول ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس زمانے میں سادہ طریقے سے یہ انسانیت سوز رسم جاری تھی، آج جدید سائنٹفک طریقوں کو اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ عدم مساوات فوری طور پر ختم ہونی چاہیے۔ ورنہ عہدِ فرعون کی یاد تازہ ہوتی رہے گی۔ احادیث مبارکہ میں بھی کسی بھی بنیاد پر قتلِ اولاد کی حرمت و مذمت اور شناعت بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، ---- أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ» ([4])

"جسے اللہ تعالیٰ لڑکی سے نوازے اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے، نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں گے۔"

آپ ﷺ کا فرمان ہے: «فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ» ([5])

"رب تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اپنے بچوں کے درمیان انصاف کیا کرو۔"

بوقتِ پیدائش اگر اس عدم مساوات کو خاندان میں ختم کر دیا جائے اور بچی بچے کو اللہ کی رحمت اور نعمت سمجھتے ہوئے قبول کیا جائے تو سماج میں طلاق، خلع، نفسیاتی اور ذہنی اور امراض اور بہت سی اخلاقی اور قانونی قباحتوں سے خاندان کو محفوظ و مامون بنایا جاسکتا ہے۔

عدم تحفظ:

عدم تحفظ ایک وسیع المعنیٰ لفظ ہے۔ خاندان کی تشکیل کے بنیادی مقاصد میں سے افرادِ خانہ کو ذہنی، جسمانی، مالی، اخلاقی، مذہبی تحفظ فراہم کرنا ان میں سے ایک ہے۔ بیماری، آفات، موسمی اثرات، نشہ، ذہنی آوارگی، جہالت جیسے لاعلاج امراض سے تحفظ ہی خاندان کی بقا اور ارتقا کا ضامن ہے۔ جس طرح تحفظ کے اندر خاندان کی زندگی اور بقا کا راز محفوظ و موجود ہے، عدم تحفظ میں افرادِ خاندان کی ناکامی، ہلاکت اور گمراہی کے خطرات پنہاں ہیں۔ زوجین، والدین اور اولاد سمیت تمام افرادِ خاندان باہمی تحفظ و تعاون کی بنیاد پر ہی ایک فطری معاہدہ عمرانی میں منسلک ہوتے ہیں۔ اسی سے انسانیت کا قافلہ آگے بڑھتا ہے اور تخلیقِ انسانی کے الوہی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ خاندان کی بنیاد زوجین کے قانونی تعلق پر ہے، اس لیے قرآن حکیم اور سیرت نبویہ میں زوجین کے مابین تحفظ کی تعلیم اور عدم تحفظ کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ﴾ ([6])

"انہیں (طلاق یافتہ عورت کو) صرف تنگ کرنے کے لیے نہ روکنا تاکہ تم ان پر زیادتی کر سکو۔ جو بھی یہ کام کرے گا تو وہ دراصل اپنے آپ کو ظلم کا نشانہ بنائے گا۔ اللہ کی آیات کو مذاق کا نشانہ نہ بناؤ۔"

یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا، وہ درحقیقت آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ۔"

OPEN ACCESS

اگلی آیت میں فرمایا:﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ (7)

"اور جس وقت تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت ختم ہو جائے تو انہیں اپنے (پرانے) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت کرو، اگر وہ آپس میں معروف طریقے کے مطابق راضی ہو جائیں۔"

"جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو پھر اس میں مانع نہ ہو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم مناکحت پر راضی ہوں۔"

ان آیاتِ مبارکہ سے نکاح کی بنیادی حکمت و حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب ناچاقی اور طلاق کی صورت میں خاتون کے لیے عدم تحفظ اور بے جا ضرر کی ممانعت اور حرمت ہے تو خوشگوار ازدواجی لمحات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ شریعت زوجین کے مابین کوئی عدم تحفظ یا باہمی خطرات کے احساسات کی اجازت دے یا اسے برداشت کرے۔ زوجین کے بعد خاندان کا تیسرا عنصر اولاد ہے۔ دورانِ رضاعت ہی اگر زوجین میں ناچاقی ہو تو اولاد کی رضاعت متاثر نہیں ہونی چاہیے، ورنہ خاندان پر ناقابلِ تلافی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے:﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ﴾ (8)

"کسی ماں کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تنگی میں مبتلا کیا جائے۔"

اسی طرح والدین کے عدم تحفظ، عدم احترام، یا کسی بھی ذہنی کوفت کی معمولی سے معمولی صورت حال کو بھی سخت اسلوب میں منع فرمایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں، تب بھی ان کے ساتھ صلہ رحمی اور احترامِ باہمی کی تعلیم دی گئی ہے:﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ (9)

"اور دنیا کے معاملہ میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہو۔"

دوسری جگہ فرمایا:﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾﴾ (10)

"اور والدین سے حسنِ سلوک کرو۔ اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک تمہارے پاس ہو اور بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو انہیں اف تک نہ کہو اور انہیں جھڑکو مت بلکہ ان سے اچھے انداز سے بات کرو۔ ان کے لیے اپنا نرمی کا پہلو جھکائے رکھو اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے شفقت کے ساتھ بچپن میں میری پرورش کی ہے۔"

OPEN ACCESS
CC BY

سیدہ اسماءؓ جو ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں، بیان کرتی ہیں کہ عہدِ رسالت میں میری مشرکہ ماں مجھ سے ملنے آئی تو میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا مشرکہ ماں کے ساتھ صلہ رحمی کی جاسکتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ» (11)

"جی ہاں۔ تم اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کر سکتی ہو۔"

عائلی عدم تحفظ اور اسلامی احکام:

جان، مال، عزت، روزگار، تعلیم، شرعی دائروں کے اندر اظہارِ آزادی رائے، یہ وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو قافلہ انسانیت کو رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔ ان حقوق واقدار کے بغیر خاندانی نظام سے ریاستی نظام تک کوئی اجتماعیت بھی نہ وجود پا سکتی ہے، نہ آگے بڑھ سکتی ہے۔ خاندانی زندگی کے عدم تحفظ میں آج کے جدید سائنسی ترقی یافتہ دور میں اضافہ ہوا ہے۔ جس کا بنیادی سبب انسان کی اخلاقی تربیت اور مادی ترقی میں بہت بڑا خلا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں انسان کی ترجیحات، مصروفیات، دلچسپیاں، نصب العین، طریقہ کار، رہن سہن، رشتوں کا تقدس، اپنائیت کا احساس، فداکاری وجان نثاری، باہمی ذہنی موافقت وہم آہنگی جیسی اعلیٰ اقدار کو شدید دھچکا لگا ہے۔ بنابریں کچھ ہی عرصہ میں وہ خاندانی عصبیت جسے ابن خلدون اجتماعیت کی مضبوط ترین بنیاد قرار دیتا ہے، وہ بری طرح متزلزل ہوئی ہے۔ جس سے پورا نظام مختلف خطرات سے دوچار ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی حکمت یہ ہے کہ وہ انسان کی مادی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق وفرائض، اخلاقی اقدار، رشتوں کے تقدس اور احترام کو بھی پروان چڑھانا چاہتا ہے کیونکہ انسان جسم اور روح (مادہ اور روحِ ربانی) کی بیک وقت حامل ایک ایسی اشرف المخلوقات ہے جس کے سر پر نیابتِ الٰہی کا تاج رکھا گیا۔ چنانچہ جس طرح اللہ رب العزت کا مادی اور اخلاقی قانون ہمہ وقت متوازن ومتحرک ہے، مادیت وروحانیت کا یہی امتزاج خالقِ کائنات کے اس خلیفۃ الارض میں بھی نظر آنا چاہیے۔ لیکن مسلمانوں کے زوال، انتشار، جہالت اور دوسری طرف طاغوتی طاقتوں کے وسائلِ حیات اور وسائلِ علوم وفنون پر تسلط کی بنا پر تہذیبِ انسانی اور شوکتِ اسلامی میں جو خلا پیدا ہوا، اس کی تلافی امتِ مسلمہ کی بجائے کفار وملحدین اور مشرکین میدانِ عمل میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ عدم تحفظ کے مرض کی تشخیص تو ٹھیک ٹھیک کی جاتی ہے، مگر اس کے علاج اور پرہیز میں احتیاط اور حکمت کو پیشِ نظر نہیں رکھا جاتا۔ اس احتیاط وحکمت کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ‹اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا ---- وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ ---- أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ› (12)

"اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو ایمان والے ہیں اور وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، جبکہ کفار کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی کافر جہنمی ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے: ‹وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ› (13)

OPEN ACCESS CC BY

”سیدھا راستہ دکھانا اللہ کے ذمے ہے۔ جبکہ ٹیڑھے راستے بھی ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو سیدھے راستہ پر چلا دیتا۔“

ایک جگہ فرمایا: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ ([14])

”جس معاملہ میں بھی تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔“

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خالق کائنات نے انسانوں کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کرنے کے جتنے راستے اور طریقے عطا فرمائے، ابلیسی قوتوں نے گمراہی اور جہالت کے بھی اتنے ہی وسائل مہیا کر دیے۔ باطل ہمیشہ حق کے روپ میں آکر اپنے مقاصد پورے کرتا ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت کو اتنا روشن اور پاکیزہ پیدا کیا گیا ہے کہ وہ لمحے بھر کے لیے بھی باطل کو اس کے اصل روپ میں ذہنی اور عملی طور پر ہرگز قبول نہیں کرتی۔ اس لیے باطل نے ہمیشہ حق کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کو گمراہ کیا۔ بعینہٖ یہی طریقہ واردات آج کی اسلامی مخالف اور انسانیت سوز تہذیب نے اختیار کر رکھا ہے۔ ترقی، آزادی، روشن خیالی جیسی اعلیٰ اقدار کو بنیادی نصب العین کا درجہ دے دیا۔ اہم ترین چیزوں کو غیر اہم بنادیا ہے اور غیر اہم چیزوں کو اہم چیزیں بنادیا اور تہذیبِ انسانی کی خشتِ اول یعنی خاندان کے نظام پر ایسی کاری ضربیں لگائی جارہی ہیں جس کی مثال معلوم تاریخ کے اندر نہیں ملتی۔ باطل کے اس طریقہ کار کے بارے میں قرآن حکیم کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ([15])

”باطل کو حق کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق کو نہ چھپاؤ، جبکہ تم جانتے بھی ہو۔“

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ ([16])

”وہ انہیں سیدھے راستے سے روکتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“

ایک جگہ فرمایا: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا﴾ ([17])

”تو (کس قدر گمراہ ہے وہ شخص کہ) جس کے برے اعمال کو اس کے لیے مزین کر دیا گیا ہو اور وہ اسے ٹھیک سمجھ رہا ہو۔“

ایک مقام پر فرمایا: ﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ﴾ ([18])

”تو کیا جو اپنے رب کی طرف سے واضح ہدایت پر ہو، اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے ہوں اور وہ اپنی خواہشات کا اسیر ہو؟“

حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ، فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ، وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا۔“([19])

CC BY

”میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد بنایا، پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا اور جن چیزیں کو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا، انہیں حرام قرار دے دیا اور انہیں میرے ساتھ وہ چیزیں شریک ٹھہرانے کا حکم دیا جس کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔“

اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ حرام کیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم کیا جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔“

اسی حقیقت کو قرآنِ حکیم میں بیان کیا گیا ہے: ﴿فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ﴾ [20]

”اُس فطرت پر قائم رہو جس پر خدا تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔“

عقل و فطرت کے اس خطِ مستقیم اور راہِ سلیم سے انحراف یا غفلت ہمیشہ عائلی نظام میں عدم تحفظ کے طرزِ عمل کو پیدا کرتا ہے جس سے مزید عائلی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں آزادیٔ نسواں کا نعرہ اس کی ایک فلسفیانہ شکل ہے۔ بلاشبہ اخلاقی اور شرعی حدود و قیود کے اندر اسلام میں عورتوں کی آزادی، خود مختاری، احترام، تحفظ جیسی اعلیٰ اقدار موجود ہیں، لیکن فیمینیزم کے مختلف مکاتب فکر نے اس بنیادی قدر کو اپنی عقلی اور شرعی حدود سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے اور مرد کی طرف سے عورتوں کے اوپر جبر واستحصال کا جو اثر تھا، اس نے ان نظریات کی مقبولیت میں اضافہ کیا۔ انقلابی نسائیت (Radical Feminism)، Markist Socilist Feminism) اور Liberal Feminism جیسی تحریکوں نے مرد کے ہاتھوں عورت کی حقیقت اور فرضی مظلومیت، محکومیت، جنسی استحصال (Sexual Opression) اور Sexual Class System اور Biological Family جیسی اصطلاحات وضع کیں اور انہیں جدید فلسفیانہ اصطلاحات سے آراستہ کیا اور مرد کے ظلم پر تو نظر رکھی، عورت کے نشوز کو نظر انداز کر دیا۔ اس طرح خاندانی امراض (سلگتے مسائل) کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتے گئے کیونکہ ان فلسفوں میں عورت کی طبعی مجبوریوں مثلاً ایامِ ماہواری (Menstruation) اور انقطاعِ ماہواری (Menopause) استقرارِ حمل، وضعِ حمل اور رضاعت جیسے نسوانی فرائض کو نظر انداز کیا جس سے انسانی نسل کو سخت خطرات لاحق ہوئے اور آج روئے ارضی پر خاندان جن بحرانوں، مشکلات، مسائل سے دوچار ہے، ماضی قریب میں اس کا تصور نہیں تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ فاطرِ فطرت اور خالقِ کائنات نے مرد و عورت کے لیے جو اخلاقی، طبعی، فطری دائرے متعین کیے ہیں، ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے دونوں اگر اپنے حقوق و فرائض کی بجا آوری کو یقینی بنا لیں تو خاندان کی وحدت، ترقی، تحفظ، خوشحالی سمیت عائلی زندگی کے تمام بنیادی مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں جس طرح کہ اجرامِ فلکی اپنے اپنے مدار اور دائرہ کار میں گردش کرتے ہیں، اور کائنات کا نظام پورے توازن، تسلسل، حکمت کے مطابق رواں دواں ہے۔ جیسا کہ ان آیاتِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ [21]

CC BY

”نہ سورج کے لائق ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔“

دوسری جگہ فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ (22)

”اسی نے رات، دن، سورج اور چاند کو تخلیق کیا ہے۔ سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔“

اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ انسان بھی اجرامِ فلکی کی طرح غیر عقلی، بے حس، محروم الشعور مخلوق ہے۔ دراصل عقل و شعور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ افرادِ خانہ کو باہم اپنے اپنے عقلی، فطری، قانونی دائروں کے اندر رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے کے ساتھ خاندان کی بہتری اور تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور عدم تحفظ کے امکانات وخطرات کا تدارک کرنا چاہیے۔ فرد سمیت خاندان، سماج اور ریاست حتیٰ کہ پوری انسانیت کی بقا اور ارتقا کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔

افرادِ خاندان کی موافقت اور عدم موافقت کے حوالے سے جو عقلی اور شرعی حدود کی بات کی گئی ہے، اس کے متعلق سورۃ التحریم میں مکمل رہنمائی ملتی ہے۔ ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بے پناہ قلبی، ذہنی، حقیقی محبت کی بنا پر ان کی خوشنودی کے لیے کسی حلال شے کو اپنے اوپر حرام کرنے کی ممانعت کی گئی اور دوسری طرف افرادِ خانہ میں عدم موافقت کے حوالے سے زوجہ نوح ولوط علیہما السلام کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اگر نشوز شوہر کی طرف سے ہو تو زوجہ فرعون کی مثال کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ صراطِ مستقیم اور عقلِ سلیم کی شاہراہِ وسیع و عظیم ہے جس پر چل کر آج بھی خاندان میں عدم تحفظ کے رویوں کی جگہ معاونت، موافقت، باہمی تحفظ اور احترام وبرداشت کی اقدار کو فروغ دیا جا سکتا ہے اور تبدیلی احوال، فکری ارتقا، تمدنی وسعت، تہذیبی تنوع کی بنا پر پیدا ہونے والے ضمنی اور فروعی مسائل کو ان عالمگیر، آفاقی، عقلی، فطری، شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے مستقل ضرورت یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے تقاضوں اور تحدیات کو سمجھتے ہوئے مستقل طور پر Family Think Tanks ادارہ ہائے مصالحت خاندان کو تشکیل دیا جائے جس کی طرف سورۃ النساء کی آیت نمبر 35 میں اشارہ کیا گیا ہے۔

وراثت کی غیر شرعی تقسیم کے مضر اثرات:

خاندان میں عدم تحفظ، ناچاقی، ناہمواری، جھگڑا، فساد، بغض وعناد، نفرت وتعصب کی بہت بڑی وجہ وراثت کی غیر شرعی اور غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ ترکہ کی صحیح شرعی تقسیم خاندان کی معاشی خوشحالی کا باعث ہے۔ خصوصاً عورتوں کی میراث میں عقلی اور شرعی حکمتیں زیادہ پوشیدہ ہیں۔ اس حوالے سے امام بخاری نے کتاب الفرائض ایک باب قائم کیا ہے: ”باب میراث البنات“ اور اس کے تحت یہ حدیث درج کی ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

OPEN ACCESS
CC BY

مَرِضْتُ بِمَكَّةَ مَرَضًا، فَأَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى المَوْتِ، فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا، وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: «لاَ» قَالَ: قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: «لاَ» قُلْتُ: الثُّلُثُ؟ قَالَ: «الثُّلُثُ كَبِيرٌ، إِنَّكَ إِنْ تَرَكْتَ وَلَدَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ» (23)

"میں مکہ میں بہت بیمار ہو گیا یہاں تک کہ موت سامنے نظر آنے لگی۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ میری تیمار داری کے لیے آئے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری ملکیت میں بہت سا مال ہے۔ میرے ورثاء میں صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: آدھا مال کر دوں؟ فرمایا: نہیں میں نے کہا: ایک تہائی کر دوں؟ فرمایا: ہاں۔ اتنا کر سکتے ہو، اگرچہ یہ بھی زیادہ ہے۔ تمہارا اپنی اولاد کو مال دار چھوڑنا، انہیں مفلس چھوڑنے سے بہتر ہے کہ تمہارے بعد وہ مانگتے پھریں۔ تم جو بھی خرچ کرتے ہو، اس پر اجر کے مستحق ٹھہرتے ہو، حتیٰ کہ اپنی بیوی کو ایک لقمہ بھی کھلاتے ہو تو اس کا بھی اجر ملتا ہے۔"

دنیا کے کسی مذہبی اور عائلی لٹریچر میں اس امر کا تصور بھی نہیں کہ زوجین ایک دوسرے کے منہ میں لقمہ رکھیں، محبت کریں، توجہ دیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ یہ تعلیمات خاندان کے استحکام اور اس کے فطری ارتقا اور تحفظ کی گویا خشتِ اول ہے اور خصوصاً اس حدیث مبارکہ میں بچیوں کی وراثت پر زور دیا گیا ہے، فی زمانہ اس پر فوری توجہ اور بھرپور عمل کی ضرورت ہے جس کا ایک مؤثر طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ خطبات جمعہ، عیدین اور دیگر مذہبی اجتماعات میں اہلِ علم وراثت کی منصفانہ شرعی تقسیم خصوصاً خواتین کے حقِ وراثت کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ حکومت اس سلسلہ میں ضروری قانون سازی کرے اور نفاذِ قانون کے ذمہ دار ادارے اس قانون کی اصل روح کے مطابق اس کے نفاذ کو یقینی بنائیں۔ تمام فرضی، دفتری، سرخ فیتہ، غیر ضروری التوا جیسے حربوں سے ایسے مقدمات اور معاملات کو نپٹانے میں کوئی سرکاری تاخیر نہ کی جائے کیونکہ انصاف میں تاخیر بھی ناانصافی ہی کی ایک شاخ ہے۔

ان تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خاندان کے اندر درج بالا قباحتوں، نفرتوں، فاصلوں، شکایتوں کو ختم کر کے افرادِ خاندان کو باہمی شیر وشکر بنایا جا سکتا ہے۔

خاندانی نظام میں وراثت کی غیر شرعی تقسیم کے منفی اثرات سے بھی عائلی زندگی انتشار اور زوال کا شکار ہوتی ہے۔ علمِ وراثت اس قدر اہم ہے کہ بابائے عمرانیات ابن خلدون اپنے مقدمہ میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس فن پر لکھنے والے اس کی فضیلت پر عموماً یہ حدیث پیش کیا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا فرائض تہائی ہے اور یہی سب سے پہلے بھلا دیا جائے گا۔ ایک روایت میں اسے آدھا علم بتایا گیا ہے۔ (ابو نعیم) کہتے ہیں: اس حدیث میں فرائض سے وارثوں کے مقررہ حصے ہیں، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلب غلط ہے۔ بلکہ فرائض سے مراد فرائض تکلیفیہ ہیں

OPEN ACCESS

CC BY

خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا ورثہ سے یا معاملات وغیرہ سے۔ اسی معنیٰ کی رو سے فرائض کا آدھا یا تہائی ہونا صحیح بنتا ہے۔ وراثت کے سہام تو تمام علم شریعت کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں۔ آدھے اور تہائی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہمارے اس مطلب کو یہ بات بھی متعین کر دیتی ہے کہ لفظ فرائض کو اس مخصوص فن پر معین کرنا اور اس لفظ کو فروض وراثت سے خاص کرنا فقہاء کی اصطلاح ہے۔ جو اس وقت پیدا ہوئی جب فنون اور اصطلاحات وضع کی گئیں۔ آغازِ اسلام میں یہ لفظ اس معنیٰ میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ اپنے عام معنیٰ میں استعمال ہوتا تھا۔ لفظ فرائض فریضہ کی جمع ہے جو فرض (قطع، تقدیر) سے بنا ہے۔ استعمال کے وقت اس سے عام فرائض ہی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس لفظ کے یہی شرعی اور حقیقی معنیٰ ہیں۔ اس لیے اس کو اسی معنیٰ پر محمول کرنا مناسب ہے جس پر یہ سلف کے زمانے میں محمول کیا جاتا تھا اور ان کے مراد کے یہی معنیٰ زیادہ لائق ہے۔" (24)

ترکہ کی غیر شرعی تقسیم یا ترکِ تقسیم سے بھی خاندان میں ناچاقی، جھگڑے، مقدمے جنم لیتے ہیں اور یہ دشمنی نسل در نسل چلتی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں خاندان کے تحفظ، اس کے بندھن اور باہمی احترام کو یقینی بنانے کے لیے وراثت کا قانون عطا کیا ہے۔ جس کی بعض حکمتوں اور سماجی و خاندانی فوائد کی طرف ابن خلدون نے اشارہ کیا ہے۔ یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ تقسیمِ ترکہ میں ظلم و تعدی کا انجام ہمیشہ خوفناک رہا ہے۔ مقدمات کی بھرمار، دشمنیوں کی بنیاد، نفرتوں کا آغاز گویا یہ وہ شیطانی عمل ہے کہ جس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے: ﴿نَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ (25)

"شیطان تو صرف یہ خواہش رکھتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کر دے شراب اور جوئے کے ذریعہ اور تمہیں روک دے ذکرِ الٰہی اور نماز سے۔ تو کیا تم باز آنے والے ہو؟"

وراثت کی غیر شرعی تقسیم کے نہایت مضر اثرات درج ذیل ہو سکتے ہیں:

معصیتِ رب و رسول ﷺ:

وراثت کی غیر شرعی تقسیم کا سب سے بڑا خسارہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے۔ یہ اتنا بڑا نقصان ہے کہ دنیا کے تمام نقصانات اس کے سامنے معمولی ہیں۔ دنیا میں فسادات اور آخرت میں ابدی جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (26)

"اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدود کو پھلانگتا ہے تو وہ جہنم میں داخل ہو گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اسے ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔"

OPEN ACCESS
CC BY

خاندانی انتشار:

غیر شرعی تقسیمِ وراثت کا فوری اور خوفناک نتیجہ خاندانی انتشار اور فسادات کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے خاندان کے استحکام کے لیے جو حکمتِ عملی یابقول شاہ ولی اللہ تدبیر منزل اختیار کی ہے، وراثت کی غیر شرعی تقسیم اس حکمت اور تدبیر کے ترک کرنے سے ہمیشہ تباہ کن صورت میں سامنے آئی ہے۔ یہ غیر منصفانہ تقسیم بھی قطع رحمی کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ ([27])

"جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے، اسے کاٹ ڈالتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، یہی لوگ ہی خسارہ پانے والے ہیں۔"

سورۃ الرعد میں فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴾ ([28])

"جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے، اسے کاٹ ڈالتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، انہیں لوگوں کے لیے لعنت ہے اور انہی کے لیے برا گھر ہے۔"

خاندانی انتشار کی حرمت و مذمت کے بارے میں احادیثِ مبارکہ میں بھی سخت وعید سنائی گئی ہے: «لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ» ([29])

"رشتہ داروں کو توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔"

ایک حدیث میں فرمایا: «لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ» ([30])

"جس قوم میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو، اس پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔"

دوسری حدیث میں ارشاد ہے: " إِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ اللَّهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ " ([31])

"رحم کا لفظ رحمن سے نکلا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: جو صلہ رحمی کرے گا، میں اسے جوڑوں گا اور جو قطع رحمی کرے گا، میں اسے کاٹوں گا۔"

اکلِ باطل:

وراثت میں کسی کا حق کھانا بھی اکلِ باطل ہے جس کی سخت حرمت اور مذمت بیان کی گئی ہے۔ جس خاندان میں طاقتور کمزور کا حق کھائے گا، کبھی بھی وہ خاندان توقیر وسلامتی سے مستفید نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ([32])

CC BY

"اور تم اپنے اموال کو آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ انہیں حکام تک بطور رشوت پہنچاؤ تاکہ اس طریقہ سے گناہ کے ساتھ لوگوں کے کچھ مال ہڑپ کر سکو، حالانکہ تم علم بھی رکھتے ہو۔"

دوسری جگہ فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ (33)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے اموال کو آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ الا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت کا معاملہ ہو۔ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔"

لیکن انسانوں کی غالب اکثریت اکلِ میراث کے بارے میں اتنی بے پرواہ، بے خوف، نڈر، بے حس ہو چکی ہے کہ قرآن حکیم نے یہاں تک فرمایا:﴿وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾﴾ (34)

"اور تم ایک دوسرے کو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ہو اور سارا مالِ میراث کھا جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔"

چونکہ میراث غصب کرنا اکلِ باطل ہے، اس کی مذمت میں احادیث مبارکہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ» (35)

"جو گوشت حرام پر پائے، آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:«مَنِ اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ، لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ» (36)

"جس شخص نے دس درہم کے بدلے میں ایک کپڑا خریدا جبکہ ان دس درہموں میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھتا رہے گا، اس کی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہنچے گی۔"

بیوہ اور یتامیٰ کی حق تلفی:

وراثت کی غیر شرعی تقسیم سے بیوہ اور یتیموں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ حق تلفی تو کسی طاقتور کی بھی حرام ہے، لیکن بیوہ اور یتیم جیسے کمزور سماجی طبقات کی حق تلفی سے تو عرشِ الٰہی لرز اٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ (37)

"بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کرتے ہوئے کھا جاتے ہیں، وہ دراصل اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ﴾ (38)

OPEN ACCESS
CC BY

”اور سب سے اچھے طریقے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں۔“

جو سات قسم کے گناہ دنیا اور آخرت میں انسان کی ہلاکت وبربادی کا موجب ہیں، ان میں یتیم کا مال کھانا بھی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ ... وَأَكْلُ مَالِ اليَتِيمِ» (39)

”سات ہلاکت خیز گناہوں سے بچو، ان میں سے ایک یتیم کا مال کھانا ہے۔“

بے جا مقدمہ بازی:

وراثت کی غیر منصفانہ اور خلافِ شرع تقسیم سے جھگڑے فساد اور مقدمہ بازی جیسی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور بسا اوقات تو ان کا انجام خوفناک قتلِ ناحق تک جا پہنچتا ہے اور پورے پورے خاندان قتل کر دیے جاتے ہیں۔ جو معاملات شریعت پر عمل کر کے حل ہو سکتے تھے، ان پر خاندان اور عدالتوں کا وقت، سرمایہ برباد کیا جاتا ہے۔ جو خاندان کے لیے زہرِ قاتل سے کم نہیں۔ خصوصاً خواتین کو ان کے حقِ وراثت سے اس لیے محروم رکھا جاتا ہے کہ وراثت کی جگہ انہیں جہیز دے دیا گیا تھا۔ حالانکہ جہیز ہندوانہ رسم ہے اور وراثت اللہ کا حکم ہے۔ جہیز کبھی بھی وراثت کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح بہن بھائیوں، اولاد اور والدین کے مابین مقدمہ بازی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کے مضر ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی، سماجی، معاشی، قانونی اثرات نسلوں تک چلتے ہیں اور خاندانی نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔

ارتکازِ دولت:

ارتکازِ دولت یعنی دولت کی چند خاندانوں یا افراد کے مابین ریل پیل ہو اور عوام کی عظیم ترین اکثریت بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو۔ وراثت کی غیر منصفانہ تقسیم کا ایک اور معاشی اور خاندانی نقصان ارتکازِ دولت ہے۔ عادلانہ تقسیمِ دولت اس کا بہترین حل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ﴾ (40)

”تاکہ مال تمہارے دولت مند افراد کے درمیان ہی گھومتا نہ رہے۔“

اگر کوئی شخص تمام زندگی ارتکازِ دولت کا سبب بنتا ہے تو وراثت کی شرعی تقسیم اس کی وفات کے بعد فوری طور پر اس قبیح اخلاقی اور معاشی عمل کو ختم کر دیتی ہے اور اس کی ساری دولت حسبِ قانونِ شریعت ورثاء میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ یوں ارتکازِ دولت پر ایسی کاری ضرب پڑتی ہے کہ اسلام نے سرمایہ داری، قارونیت جیسی شکل پیدا نہیں ہوتی اور چونکہ وراثت کی تقسیم ہی قانونی حقِ ملکیت پر ہے، اس عمل سے اسلامی معاشی نظام میں اشتراکیت جیسی قباحتیں بھی سر نہیں اٹھاتیں۔

CC BY

خلاصة البحث:

خاندانی نظام میں عدم مساوات، عدم تحفظ اور غیر شرعی تقسیمِ وراثت کے ہر پہلو سے عقلاً شرعاً عملاً مضر اثرات ہر دور میں نمایاں رہے ہیں۔ افرادِ خانہ میں تعلقات کی کشیدگی، عدم برداشت، عدم احترام، عدم اعتماد جیسی منفی اقدار ان ہی منفی رویوں سے پیدا ہوتی ہے۔ تحفظ، مساوات اور ترکہ کی شرعی تقسیم سے یہ تمام اخلاقی اور عائلی قباحتیں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور عائلی فروغ وارتقا کی صورت میں خاندان میں نمایاں ہوتی ہیں۔ قرآن حکیم کی کل حکمت اس کی آیات میں پنہاں اور سیرت الرسول ﷺ سے عیاں ہے۔ ان تمام علمی مباحث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ دور میں غیر اسلامی تہذیبی تسلط اور غلبہ کی باوجود مسلمان آج اگر قرآن حکیم کی آیات بینات اور حدیث وسیرت کے عملی پہلو سے رہنمائی حاصل کرے تو آج مسلم خاندان ڈٹ کر ان تحدیات کا مقابلہ کر سکتا ہے جو اسے گزشتہ تین صدیوں سے صنعتی ترقی اور نو آبادیاتی نظام کی وجہ سے درپیش ہیں۔ فی الوقت اس بات کی ضرورت ہے کہ ان تعلیمات کے فروغ اور پیش آمد تحدیات کے فہم اور پھر ان سے نجات کے لیے امتِ مسلمہ کو مذہب، تعلیم، سیاست، میڈیا سمیت ہر پلیٹ فارم استعمال کرنا چاہیے۔ لوگوں کی تربیت، تحمل وبرداشت، خاندانی اقدار کے فروغ اور قطع رحمی کے مفاسد سے انہیں آگاہ کیا جائے اور شعور وآگہی کا یہ سفر کتابوں کے ساتھ ساتھ گھروں، رویوں، گلیوں، محلوں اور آبادیوں میں نظر آنا چاہیے۔ تاکہ نسلِ نو اپنے اجداد کی ان اعلیٰ اقدار کی حامل بنے اور آئندہ اپنی نسلوں تک اسے منتقل کرے اور «فليبلغ الشاهد الغائب» کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری رہے۔

نتائج وسفارشات:

1. انفارمیشن ٹیکنالوجی اور غیر اسلامی تہذیبوں کے تسلط اور غلبے کی وجہ سے مسلم فیملی کو درپیش تمام تر تعلیمی، مذہبی، اخلاقی، نفسیاتی، ذہنی تحدیات کا صحیح ادراک، صحیح تشخیص اور صحیح علاج اور صحیح لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔
2. اصلاحِ احوال کا یہ سارا عمل قرآن وسنت پر اجتہادی بصیرت کے ساتھ از سر نو تحقیقی جائزہ سے شروع کرنا چاہیے اور تمام طرح کے خاندانی، مذہبی، سیاسی، علاقائی، لونی، لسانی تعصبات سے بالاتر ہو کر روحِ اسلام اور روحِ عصر میں توافق وہم آہنگی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔
3. سرکاری، مذہبی اور نجی تعلیمی اداروں میں پرائمری سے اعلیٰ تعلیم تک کے نصابات میں مسلم فیملی کو درپیش تحدیات کا فہم اور اس کے حل سے متعلق عالمِ اسلام کے ممتاز ماہرینِ تعلیم، مصنفین، محققین کی آراء اور کتابوں کو شاملِ نصاب کیا جانا چاہیے۔

OPEN ACCESS
CC BY

4. قبل از نکاح زوجین کی تربیت، صحت، ذہنی اور نفسیاتی تطہیر کو یقینی بنایا جائے اور بعد از نکاح زوجین کے مابین ناچاقی اور تلخی کی وجوہات کو ختم کیا جائے۔

خاندان میں عدم تحفظ، عدم مساوات اور غیر شرعی تقسیمِ وراثت کی وجوہات یعنی جہالت، ضد، ہوس، حبِ مال، حبِ جاہ، خاندان کی غیر شرعی رسومات کی بجائے اسلام کی عادلانہ، منصفانہ صحت مند اعلیٰ اقدار کو پھیلایا جائے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر ایسے تھنک ٹینک (مؤسسہ فکریہ اور انجمن دانشوراں) کے ایسے گروہ تشکیل دیے جائیں جو اپنے تجربات اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تنازعات کو پیدا ہونے سے روکیں اور اگر پھر بھی تنازعات سر اٹھائیں تو ان کے فوری، مؤثر اور منصفانہ فیصلوں کا کلچر سماج میں رائج کیا جائے۔

---

(1) القرآن، النحل: 16/58 – 59

(2) القرآن، الأنعام: 6/151

(3) القرآن، الإسراء: 17/31

(4) سنن أبي داود، كتاب الأدب، أبواب النوم، باب في فضل من عال يتيما، ح: 5146

(5) صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الإشهاد في الهبة، ح: 2587

(6) القرآن، البقرة: 2/231

(7) القرآن، البقرة: 2/232

(8) القرآن، البقرة: 2/233

(9) القرآن، لقمان: 31/15

(10) القرآن، الإسراء: 17/23 – 24

(11) صحيح البخاري، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الهدية للمشركين، ح: 2620

(12) القرآن، البقرة: 2/257

(13) القرآن، النحل: 16/9

(14) القرآن، الشورى: 42/10

(15) القرآن، البقرة: 2/42

(16) القرآن، الزخرف: 43/37

(17) القرآن، فاطر: 35/8

(18) القرآن، محمد: 47/14

(19) صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها، ح: 2865

OPEN ACCESS
CC BY

(20) القرآن، الروم: 30/30

(21) القرآن، يس: 40/36

(22) القرآن، الأنبياء: 33/21

(23) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب إثم القاطع، ح: 5984

(24) ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن محمد، أبو زيد، ولي الدين الحضرمي الإشبيلي (المتوفى: 808هـ)، ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر، دار الفكر، بيروت، الطبعة: الثانية، 1408 هـ - 1988 م، ج: 1، ص: 573

(25) القرآن، المائدة: 91/5

(26) القرآن، النساء: 14/4

(27) القرآن، البقرة: 27/2

(28) القرآن، الرعد: 25/13

(29) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب إثم القاطع، ح: 5984

(30) البغوي، محي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء الشافعي (المتوفى: 516هـ)، شرح السنة، المكتب الإسلامي - دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، 1403هـ - 1983م، ج: 13، ص: 28، ح: 3440

(31) صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من وصل وصله الله، ح: 5988

(32) القرآن، البقرة: 188/2

(33) القرآن، النساء: 29/4

(34) القرآن، الفجر: /18 – 20

(35) الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم (المتوفى: 360هـ)، المعجم الصغير، المكتب الإسلامي , دار عمار - بيروت , عمان، الطبعة: الأولى، 1405 – 1985، ج: 1، ص: 147، ح: 224

(36) ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، مسند أحمد، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م، ج: 10، ص: 24، ح: 5732

(37) القرآن، النساء: 10/4

(38) القرآن، الأنعام: 152/6

OPEN ACCESS

CC BY

([39]) صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات، ح: 6857

([40]) القرآن، الحشر: 7/59

CC BY